کا ہے سختی کا نہیں اور قضا کا حکم گنتی کے پورا کرنے کے لئے ہے اور اس رحمت' نعمت' ہدایت اور عبادت پر تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی بڑائی اور ذکر کرنا چاہئے جیسے اور جگہ حج کے موقع پر فرمایا فَاِذَا قَضَیْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ الخ یعنی جب احکام حج ادا کر چکو تو اللہ کا ذکر کرو' اور جگہ جمعہ کی نماز کی ادائیگی کے بعد فرمایا کہ جب نماز پوری ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ رزق تلاش کرو اور اللہ کا ذکر زیادہ کرو تاکہ تمہیں فلاح ملے۔ اور جگہ فرمایا سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ الخ یعنی سورج کے نکلنے سے پہلے' سورج کے ڈوبنے سے پہلے' رات کو اور سجدوں کے بعد اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کیا کرو۔ اسی لئے مسنون طریقہ یہ ہے کہ ہر فرض نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد' تسبیح اور تکبیر پڑھنی چاہئے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کا نماز سے فارغ ہونا صرف اللہ اکبر کی آوازوں سے جانتے تھے۔ یہ آیت دلیل ہے اس امر کی کہ عید الفطر میں بھی تکبیریں پڑھنی چاہئیں۔ داؤد بن علی اصبہانی ظاہریؒ کا مذہب ہے کہ اس عید میں تکبیروں کا کہنا واجب ہے کیونکہ اس میں صیغہ امر کا ہے۔ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ اور اس کے بالکل برخلاف حنفی مذہب ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس عید میں تکبیریں پڑھنا مسنون نہیں۔ باقی بزرگان دین اسے مستحب بتلاتے ہیں گو بعض تفصیلوں میں قدرے اختلاف ہے۔ پھر فرمایا تاکہ تم شکر کرو یعنی اللہ تعالیٰ کے احکام بجا لا کر اس کے فرائض کو ادا کر کے اس کے حرام کردہ کاموں سے بچ کر اس کی حدود کی حفاظت کر کے تم شکر گذار بندے بن جاؤ۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾

جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں تو کہہ دے کہ میں بہت ہی قریب ہوں۔ ہر پکارنے والے کی پکار کو جب کبھی وہ مجھے پکارے' میں قبول کرتا ہوں۔ پس لوگوں کو بھی چاہئے کہ وہ میری بات مان لیا کریں اور مجھ پر ایمان رکھیں۔ یہی ان کی بھلائی کا باعث ہے۔

دعا اور اللہ مجیب الدعوات: ☆☆ (آیت:۱۸۶) ایک اعرابی نے پوچھا تھا کہ یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمارا رب قریب ہے؟ اگر قریب ہو تو ہم اس سے سرگوشیاں کر لیں یا دور ہے؟ اگر دور ہو تو ہم اونچی اونچی آوازوں سے اسے پکاریں۔ نبی ﷺ خاموش رہے۔ اس پر یہ آیت اتری (ابن ابی حاتم) ایک اور روایت میں ہے کہ صحابہؓ کے اس سوال پر کہ ہمارا رب کہاں ہے؟ یہ آیت اتری (ابن جریر) حضرت عطاؒ فرماتے ہیں کہ جب آیت اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ نازل ہوئی یعنی مجھے پکارو میں تمہاری دعائیں قبول کرتا رہوں گا تو لوگوں نے پوچھا کہ دعا کس وقت کرنی چاہئے؟ اس پر یہ آیت اتری (ابن جریج) حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک غزوے میں تھے ہر بلندی پر چڑھتے وقت' ہر وادی میں اترتے وقت بلند آوازوں سے تکبیر کہتے جا رہے تھے۔ نبی ﷺ ہمارے پاس آ کر فرمانے لگے' لوگو اپنی جانوں پر رحم کرو۔ تم کسی کم سننے والے یا دور والے کو نہیں پکار رہے بلکہ جسے تم پکارتے ہو وہ تم سے تمہاری سواریوں کی گردن سے بھی زیادہ قریب ہے' اے عبداللہ بن قیسؓ' جنت کا خزانہ لاحول ولا قوۃ الا باللہ ہے (مسند احمد) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرا بندہ میرے ساتھ جیسا عقیدہ رکھتا ہے' میں بھی اس کے ساتھ ویسا ہی برتاؤ کرتا ہوں۔ جب بھی وہ مجھ سے دعا مانگتا ہے' میں اس کے قریب ہی ہوتا ہوں (مسند احمد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے اور اس کے ہونٹ میرے ذکر میں ہلتے ہیں' میں اس کے قریب ہوتا ہوں۔ اس کو امام احمدؒ نے روایت کیا ہے۔ اس مضمون کی آیت کلام پاک میں بھی ہے۔ فرمان ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ

هُمْ مُّحْسِنُوْنَ جو تقویٰ و احسان وخلوص والے لوگ ہوں' ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام سے فرمایا جاتا ہے اِنَّنِیْ مَعَکُمَآ اَسْمَعُ وَاَرٰی میں تم دونوں کے ساتھ ہوں سنتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔ مقصود یہ ہے کہ باری تعالیٰ دعا کرنے والوں کی دعا کو ضائع نہیں کرتا' نہ ایسا ہوتا ہے کہ وہ اس دعا سے غافل رہے یا نہ سنے' اس نے دعا کرنے کی دعوت دی ہے اور اس کے ضائع نہ ہونے کا وعدہ کیا ہے۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا۔ بندہ جب اللہ تعالیٰ کے سامنے ہاتھ بلند کر کے دعا مانگتا ہے تو وہ ارحم الراحمین اس کے ہاتھوں کو خالی پھیرتے ہوئے شرماتا ہے (مسند احمد)

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ جو بندہ اللہ تعالیٰ سے کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں نہ گناہ ہو' نہ رشتے ناتے ٹوٹتے ہوں تو اسے اللہ تعالیٰ تین باتوں میں سے ایک ضرور عطا فرماتا ہے۔ یا تو اس کی دعا اسی وقت قبول فرما کر اس کی منہ مانگی مراد پوری کرتا ہے یا اسے ذخیرہ کر کے رکھ چھوڑتا ہے اور آخرت میں عطا فرماتا ہے یا اس کی وجہ سے کوئی آنے والی بلا اور مصیبت کو ٹال دیتا ہے۔ لوگوں نے یہ سن کر کہا کہ حضورؐ پھر تو ہم بکثرت دعا مانگا کریں گے۔ آپؐ نے فرمایا پھر اللہ کے ہاں کیا کمی ہے؟ (مسند احمد)

عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ روئے زمین کا جو مسلمان اللہ عزوجل سے دعا مانگے' اسے اللہ تعالیٰ قبول فرماتا ہے۔ یا تو اسے اس کی منہ مانگی مراد ملتی ہے یا ویسی ہی برائی ٹلتی ہے جب تک کہ گناہ کی اور رشتہ داری کے کٹنے کی دعا نہ ہو (مسند احمد) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب تک کوئی شخص دعا میں جلدی نہ کرے' اس کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ جلدی کرنا یہ ہے کہ کہنے لگے میں نے تو ہر چند دعا مانگی لیکن اللہ قبول نہیں کرتا (موطا مالک) بخاری کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اسے ثواب میں جنت عطا فرماتا ہے' صحیح مسلم میں یہ بھی ہے کہ نامقبولیت کا خیال کر کے وہ ناامیدی کے ساتھ دعا مانگنا ترک کر دے یہ جلدی کرنا ہے' ابوجعفر طبریؒ کی تفسیر میں یہ قول حضرت عائشہؓ کا بیان کیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ دل مثل برتنوں کے ہیں۔ بعض بعض سے زیادہ نگرانی کرنے والے ہوتے ہیں۔ اے لوگو تم جب اللہ تعالیٰ سے دعا مانگا کرو تو قبولیت کا یقین رکھا کرو۔ سنو غفلت والے دل کی دعا اللہ تعالیٰ ایک مرتبہ بھی قبول نہیں فرماتا (مسند احمد) حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ایک مرتبہ حضور ﷺ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپؐ نے دعا کی کہ الٰہ العالمین عائشہؓ کے اس سوال کا جواب کیا ہے؟ جبرئیل علیہ السلام آئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے' مراد اس سے وہ شخص ہے جو نیک اعمال کرنے والا ہو اور سچی نیت اور نیک دلی کے ساتھ مجھے پکارے تو میں لبیک کہہ کر اس کی حاجت ضرور پوری کر دیتا ہوں (ابن مردویہ) یہ حدیث اسناد کی رو سے غریب ہے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے اس آیت کی تلاوت کی۔ پھر فرمایا اے اللہ تو نے دعا کا حکم دیا ہے اور اجابت کا وعدہ فرمایا ہے۔ میں حاضر ہوں' الٰہی میں حاضر ہوں۔ میں حاضر ہوں۔ اے لاشریک اللہ میں حاضر ہوں' حمد ونعمت اور ملک تیرے ہی لئے ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں' میری گواہی ہے کہ تو نرالا' یکتا' بے مثل اور ایک ہی ہے۔ تو پاک ہے۔ بیوی' بچوں سے دور ہے' تیرا ہم پلہ کوئی نہیں' تیری کفو کا کوئی نہیں۔ تجھ جیسا کوئی نہیں۔ میری گواہی ہے کہ تیرا وعدہ سچا' تیری ملاقات حق' جنت' دوزخ' قیامت اور دوبارہ جینا یہ سب برحق امر ہیں (ابن مردویہ)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے' اے ابن آدم ایک چیز تو تیری ہے ایک میری ہے اور ایک مجھ اور تجھ میں مشترک ہے۔ خالص میرا حق تو یہ ہے کہ ایک میری ہی عبادت کرے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے۔ گویا میرے لئے مخصوص یہ ہے کہ تیرے ہر ہر عمل کا پورا پورا بدلہ میں تجھے ضرور دوں گا۔ کسی نیکی کو ضائع نہ کروں گا۔ مشترک

کی چیز یہ ہے کہ تو دعا کر اور میں قبول کروں تیرا کام دعا کرنا' میرا کام قبول کرنا (بزار) دعا کی اس آیت کو روزوں کے احکام کی آیتوں کے درمیان وارد کرنے کی حکمت یہ ہے کہ روزے ختم ہونے کے بعد لوگوں کو دعا کی ترغیب ہو بلکہ ہر روز افطار کے وقت وہ بکثرت دعائیں کیا کریں۔ حضورؐ کا ارشاد ہے کہ روزے دار افطار کے وقت جو دعا کرتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے قبول فرماتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ افطار کے وقت اپنے گھر والوں کو اور بچوں کو سب کو بلا لیتے اور دعائیں کیا کرتے تھے (ابوداؤد طیالسی) ابن ماجہ میں بھی یہ روایت ہے اور اس میں صحابیؓ کی یہ دعا منقول ہے اللھم انی اسئلك برحمتك اللتی وسعت کل شی ان تغفرلی یعنی اے اللہ میں تیری اس رحمت کو تجھے یاد دلا کر جس نے تمام چیزوں کو گھیر رکھا ہے' تجھ سے سوال کرتا ہوں کہ تو میرے گناہ معاف فرما دے۔ اور حدیث میں ہے تین شخصوں کی دعا رد نہیں ہوتی۔ عادل بادشاہ' روزے دار شخص اور مظلوم' اسے قیامت والے دن اللہ تعالیٰ بلند کرے گا۔ مظلوم کی بددعا کے لئے آسمان کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' مجھے میری عزت کی قسم' میں تیری مدد ضرور کروں گا گو دیر سے کروں (مسند' ترمذی' نسائی اور ابن ماجہ)

اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ فَالْئٰنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ فِى الْمَسٰجِدِ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لئے حلال کیا گیا' وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو' تمہاری پوشیدہ خیانتوں کو اللہ تعالیٰ نے معلوم کر لیا۔ اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگذر فرما لیا' اب تمہیں ان سے مباشرت کی اور اللہ تعالیٰ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے گا۔ پھر رات تک روزے کو پورا کرو اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جبکہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو' یہ اللہ تعالیٰ کی حدیں ہیں۔ تم ان کے قریب بھی نہ پھٹکو' اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی آیتیں لوگوں کے لئے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ بچیں ○

رمضان میں مراعات اور کچھ پابندیاں: ☆☆ (آیت:۱۸۷) ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ افطار کے بعد کھانا پینا' جماع کرنا عشاء کی نماز تک جائز تھا اور اگر کوئی اس سے بھی پہلے سو گیا تو اس پر نیند آتے ہی حرام ہو گیا۔ اس میں صحابہؓ کو قدرے مشقت ہوئی جس پر یہ رخصت کی آیتیں نازل ہوئیں اور آسانی کے احکام مل گئے۔ رفث سے مراد یہاں جماع ہے۔ ابن عباسؓ' عطا' مجاہد' سعید بن جبیر' طاؤس' سالم بن عبداللہ' عمرو بن دینار' حسن' قتادہ' زہری' ضحاک' ابراہیم نخعی' سدی' عطا خراسانی' مقاتل بن حیان رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ لباس سے مراد سکون ہے۔ ربیع بن انس لحاف کے معنی بیان کرتے ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ میاں بیوی کے آپس کے تعلقات اس قسم کے ہیں کہ انہیں ان راتوں میں بھی اجازت دی جاتی ہے۔ پہلے حدیث گذر چکی ہے کہ اس آیت کا شان نزول کیا ہے؟ جس میں بیان ہو چکا ہے کہ

جب یہ حکم تھا کہ افطار سے پہلے اگر کوئی سو جائے تو اب رات کو جاگ کر کھا پی نہیں سکتا۔ اب اسے یہ رات اور دوسرا دن گذار کر مغرب سے پہلے کھانا پینا حلال ہوگا۔

حضرت قیس بن صرمہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ دن بھر کھیتی باڑی کا کام کر کے شام کو گھر آئے۔ بیوی سے کہا کچھ کھانے کو ہے؟ جواب ملا کچھ نہیں۔ میں جاتی ہوں اور کہیں سے لاتی ہوں۔ وہ تو گئیں اور یہاں ان کی آنکھ لگ گئی۔ جب آ کر دیکھا تو بڑا افسوس ہوا کہ اب یہ رات اور دوسرا دن بھوکے پیٹ کیسے گذرے گا؟ چنانچہ جب آدھا دن ہوا تو حضرت قیسؓ بھوک کے مارے بیہوش ہو گئے۔ حضور علیہ السلام کے پاس ذکر ہوا۔ اس پر یہ آیت اتری اور مسلمان بہت خوش ہوئے۔ ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ صحابہؓ رمضان بھر عورتوں کے پاس نہیں جاتے تھے لیکن بعض لوگوں سے کچھ ایسے قصور بھی ہو جایا کرتے تھے جس پر یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی۔ ایک اور روایت میں ہے کہ یہ قصور کئی ایک حضرات سے ہو گیا تھا جن میں حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ بھی تھے جنہوں نے عشاء کی نماز کے بعد اپنی اہلیہ سے مباشرت کی تھی۔ پھر دربار نبوت میں شکایتیں ہوئیں اور یہ رحمت کی آیتیں اتریں۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب آ کر یہ واقعہ سنایا تو آپؐ نے فرمایا۔ عمر تم سے تو ایسی امید نہ تھی۔ اسی وقت یہ آیت اتری۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت قیسؓ نے عشاء کی نماز کے بعد نیند سے ہوشیار ہو کر کھا پی لیا تھا اور صبح حاضر ہو کر سرکار محمدیؐ میں اپنا قصور بیان کیا تھا۔ ایک اور روایت میں یہ بھی ہے کہ حضرت عمرؓ نے جب مباشرت کا ارادہ کیا تو بیوی صاحبہ نے فرمایا کہ مجھے نیند آ گئی تھی لیکن انہوں نے اسے بہانہ سمجھا۔ اس رات آپ دیر تک مجلس نبویؐ میں بیٹھے رہے تھے اور بہت رات گئے گھر پہنچے تھے۔ ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی ایسا ہی قصور ہو گیا تھا ما کتب اللہ سے مراد اولاد ہے۔ بعضوں نے کہا جماع مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں لیلۃ القدر مراد ہے' قتادہ کہتے ہیں مراد یہ رخصت ہے۔ تطبیق ان سب اقوال میں اس طرح ہو سکتی ہے کہ عموم کے طور پر سبھی مراد ہیں۔ جماع کی رخصت کے بعد کھانے پینے کی اجازت مل رہی ہے کہ صبح صادق تک اس کی بھی اجازت ہے۔

صحیح بخاری شریف میں ہے' حضرت سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جب من الفجر کا لفظ نہیں اترا تھا تو چند لوگوں نے اپنے پاؤں میں سفید اور سیاہ دھاگے باندھ لئے اور جب تک ان کی سفیدی اور سیاہی میں تمیز نہ ہوئی' کھاتے پیتے رہے۔ اس کے بعد یہ لفظ اترا اور معلوم ہو گیا کہ اس سے مراد رات سے دن ہے' مسند احمد میں ہے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دو دھاگے (سیاہ اور سفید) اپنے تکیئے تلے رکھ لئے اور جب تک ان کے رنگ میں تمیز نہ ہوئی تب تک کھاتا پیتا رہا۔ صبح کو حضرتؐ سے ذکر کیا تو آپؐ نے فرمایا تیرا تکیہ بڑا لمبا چوڑا نکلا۔ اس سے مراد تو صبح کی سفیدی کا رات کی سیاہی سے ظاہر ہونا ہے' یہ حدیث صحیحین میں بھی ہے مطلب حضورؐ کے اس قول کا یہ ہے کہ آیت میں تو دھاگوں سے مراد دن کی سفیدی اور رات کی تاریکی ہے۔ اگر تیرے تکیہ تلے یہ دونوں آ جاتی ہوں تو گویا اس کی لمبائی مشرق مغرب تک کی ہے' صحیح بخاری میں یہ تفسیر بھی روایتاً موجود ہے۔ بعض روایتوں میں یہ لفظ بھی ہیں کہ پھر تو تو بڑی لمبی چوڑی گردن والا ہے۔ بعض لوگوں نے اس کے معنی بیان کئے ہیں کہ کند ذہن ہے لیکن یہ معنی غلط ہیں بلکہ مطلب دونوں جملوں کا ایک ہی ہے کیونکہ جب تکیہ اتنا بڑا ہے تو گردن بھی اتنی بڑی ہی ہوگی۔ واللہ اعلم۔

بخاری شریف میں حضرت عدیؓ کا اسی طرح کا سوال اور آپؐ کا اسی طرح کا جواب تفصیل وار یہی ہے۔ آیت کے ان الفاظ سے سحری کھانے کا مستحب ہونا بھی ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ اللہ کی رخصتوں پر عمل کرنا اسے پسند ہے۔ حضور علیہ السلام کا فرمان ہے کہ سحری کھایا کرو۔ اس میں برکت ہے (بخاری و مسلم) ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحری کھانے ہی کا فرق ہے (مسلم) سحری کا کھانا

برکت ہے- اسے نہ چھوڑو- اگر کچھ نہ ملے تو پانی کا گھونٹ ہی سہی- اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے سحری کھانے والوں پر رحمت بھیجتے ہیں (مسند احمد) اسی طرح کی اور بھی بہت سی حدیثیں ہیں- سحری کو دیر کر کے کھانا چاہئے- ایسے وقت کہ فراغت کے کچھ ہی دیر بعد صبح صادق ہو جائے' حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم سحری کھاتے ہی نماز کے لئے کھڑے ہو جایا کرتے تھے- اذان اور سحری کے درمیان اتنا ہی فرق ہوتا تھا کہ پچاس آیتیں پڑھ لی جائیں (بخاری ومسلم) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں- جب تک میری امت افطار میں جلدی کرے اور سحری میں تاخیر کرے گی' تب تک بھلائی میں رہے گی (مسند احمد) یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ حضورؐ نے اس کا نام غذا مبارک رکھا ہے' مسند احمد وغیرہ کی حدیث میں ہے' حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے حضورؐ کے ساتھ سحری کھائی ایسے وقت کہ گویا سورج طلوع ہونے والا ہی تھا لیکن اس میں ایک راوی عاصم بن ابو نجود منفرد ہیں اور مراد اس سے دن کی نزدیکی ہے جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ الخ یعنی جب وہ عورتیں اپنے وقتوں کو پہنچ جائیں- مراد یہ ہے کہ جب عدت کا زمانہ ختم ہو جانے کے قریب ہو' یہی مراد یہاں اس حدیث سے بھی ہے کہ انہوں نے سحری کھائی اور صبح صادق ہو جانے کا یقین نہ تھا بلکہ ایسا وقت تھا کہ کوئی کہتا تھا' ہو گئی' کوئی کہتا تھا' نہیں ہوئی- اکثر اصحاب رسول اللہ ﷺ کا دیر سے سحری کھانا اور آخری وقت تک کھاتے رہنا ثابت ہے جیسے حضرت ابو بکرؓ' حضرت عمرؓ' حضرت علیؓ' ابن مسعودؓ' حضرت حذیفہؓ' حضرت ابو ہریرہؓ' حضرت ابن عمرؓ' حضرت ابن عباسؓ' حضرت زید بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور تابعین کی بھی ایک بہت بڑی جماعت سے صبح صادق طلوع ہونے کے بالکل قریب تک ہی سحری کھانا مروی ہے' جیسے محمد بن صادق بن حسین' ابو مجلز' ابراہیم نخعی' ابو الضحیٰ' ابو وائل وغیرہ' شاگردان ابن مسعودؓ عطا' حسن' حاکم بن عینیہ' مجاہد' عروہ بن زبیر' ابو الشعثاء' جابر بن زید کا بھی یہی مذہب ہے- اعمش اور جابر بن رشد کا اللہ تعالیٰ ان سب پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے' ہم نے ان سب کی اسنادیں اپنی مستقل کتاب کتاب الصیام میں بیان کر دی ہیں و للہ الحمد' ابن جریرؒ نے اپنی تفسیر میں بعض لوگوں سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ سورج کے طلوع ہونے تک کھانا پینا جائز ہے جیسے غروب ہوتے ہی افطار کرنا لیکن یہ قول کوئی اہل علم قبول نہیں کر سکتا کیونکہ نص قرآن کے خلاف ہے- قرآن میں حیط کا لفظ موجود ہے' بخاری ومسلم کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حضرت (بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ) کی اذان سن کر تم سحری سے نہ رک جایا کرو- وہ رات باقی ہوتے ہی اذان دیا کرتے ہیں- تم کھاتے پیتے رہو جب تک حضرت عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اذان نہ سن لو- وہ اذان نہیں کہتے جب تک فجر طلوع نہ ہو جائے' مسند احمد میں حدیث ہے' رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ وہ فجر نہیں جو آسمان کے کناروں میں لمبی پھیلتی ہے بلکہ وہ جو سرخی والی اور کنارے کنارے ظاہر ہونے والی ہوتی ہے- ترمذی میں بھی یہ روایت ہے اس میں ہے- کہ اس پہلی فجر کو جو طلوع ہو کر اوپر کو چڑھتی ہے' دیکھ کر کھانے پینے سے نہ رکو بلکہ کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ سرخ دھاری پیش ہو جائے' ایک اور حدیث میں صبح کاذب اور اذان بلال کو ایک ساتھ بھی بیان فرمایا ہے' ایک اور روایت میں صبح کاذب کو صبح کی سفیدی کے ستون کی مانند بتایا ہے' دوسری روایت میں اس پہلی اذان کو جس کے موذن حضرت بلالؓ تھے' یہ وجہ بیان کی ہے کہ وہ سوتوں کو جگانے اور نماز (تہجد) پڑھنے والوں اور قضا لوٹانے کے لئے ہوتی ہے' فجر اس طرح نہیں ہے جب تک اس طرح نہ ہو (یعنی آسمان میں اونچی چڑھنے والی نہیں بلکہ کناروں میں دھاری کی طرح ظاہر ہونے والی) ایک مرسل حدیث میں ہے فجر دو ہیں ایک تو بھیڑیئے کی دم کی طرح ہے- اس سے روزے دار پر کوئی چیز حرام نہیں ہوتی- ہاں وہ فجر جو کناروں میں ظاہر ہو وہ نماز صبح کا وقت ہے اور روزے دار کے کھانے پینے کو موقوف کرنے کا' ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' جو سفیدی آسمان کے نیچے سے اوپر کو چڑھتی ہے' اسے نماز کی حلت اور روزے کی حرمت سے کوئی سروکار نہیں لیکن فجر جو پہاڑوں

کی چوٹیوں پر چمکنے لگتی ہے وہ کھانا پینا حرام کرتی ہے۔ حضرت عطاؒ سے مروی ہے کہ آسمان میں لمبی لمبی چڑھنے والی روشنی نہ تو روزہ رکھنے والے پر کھانا پینا حرام کرتی ہے نہ اس سے نماز کا وقت آیا ہوا معلوم ہو سکتا ہے نہ حج فوت ہوتا ہے لیکن جو صبح پہاڑوں کی چوٹیوں پر پھیل جاتی ہے یہ وہ صبح ہے کہ روزہ دار کے لئے سب چیزیں حرام کر دیتی ہے اور نمازی کو نماز حلال کر دیتی ہے اور حج فوت ہو جاتا ہے۔ ان دونوں روایتوں کی سند صحیح ہے اور بہت سے سلف سے منقول ہے۔ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے۔

مسئلہ: ☆☆ چونکہ جماع کا اور کھانے پینے کا آخری وقت اللہ تعالیٰ نے روزہ رکھنے والے کے لئے صبح صادق کا مقرر کیا ہے اس سے اس مسئلہ پر بھی استدلال ہو سکتا ہے کہ صبح کے وقت جو شخص جنبی اٹھا' وہ غسل کر لے اور اپنا روزہ پورا کر لے۔ اس پر کوئی حرج نہیں چاروں اماموں اور سلف و خلف کے جمہور علماء کرامؒ کا یہی مذہب ہے۔ بخاری و مسلم میں حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ رات کو جماع کرتے۔ صبح کے وقت جنبی اٹھتے۔ پھر غسل کر کے روزہ رکھتے' آپ کا یہ جنبی ہونا احتلام کے سبب نہ ہوتا تھا۔ حضرت ام سلمہؓ والی روایت میں ہے پھر آپ نہ افطار کرتے تھے۔ نہ قضا کرتے تھے صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہؓ سے روایت میں ہے کہ ایک شخص نے کہا' یا رسول اللہ ﷺ میں صبح نماز کا وقت آ جانے تک جنبی ہوتا ہوں تو پھر کیا میں روزہ رکھ لوں؟ آپؐ نے فرمایا یہی بات میرے ساتھ بھی ہوتی ہے اور میں روزہ رکھتا ہوں۔ اس نے کہا یا رسول اللہ ہم تو آپ جیسے نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے تو سب اگلے پچھلے گناہ معاف فرما دیئے ہیں آپؐ نے فرمایا۔ واللہ مجھے تو امید ہے کہ تم سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا اور تم سب سے زیادہ تقویٰ کی باتوں کو جاننے والا میں ہوں۔ مسند احمد کی ایک حدیث میں ہے کہ جب صبح کی اذان ہو جائے اور تم میں سے کوئی جنبی ہو تو وہ اس دن روزہ نہ رکھے۔ اس کی اسناد بہت عمدہ ہے اور یہ حدیث شرط شیخین پر ہے' جیسے کہ ظاہر ہے یہ حدیث بخاری و مسلم میں بھی حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے۔ وہ فضل بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں' وہ نبی ﷺ سے' نسائی میں یہ حدیث بروایت ابو ہریرہؓ ہے' وہ اسامہ بن زیدؓ سے اور فضل بن عباسؓ سے روایت کرتے ہیں اور مرفوع نہیں' اور بعض دیگر علماء کا یہی مذہب ہے' حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سالمؒ' عطاؒ' ہشام بن عروہؒ اور حسن بصریؒ یہی کہتے ہیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر جنبی ہو کر سو گیا ہو اور آنکھ کھلے تو صبح صادق ہو گئی ہو تو اس کے روزے میں کوئی نقصان نہیں۔ حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ والی حدیث کا یہی مطلب ہے اور اگر اس نے عمداً غسل نہیں کیا اور اسی حالت میں صبح صادق ہو گئی تو اس کا روزہ نہیں ہو گا۔ حضرت عروہؒ' طاؤسؒ اور حسنؒ یہی کہتے ہیں۔ بعض کہتے ہیں اگر فرضی روزہ ہو تو پورا تو کر لے لیکن قضا لازم ہے اور نفلی روزہ ہو تو کوئی حرج نہیں' ابراہیم نخعیؒ یہی کہتے ہیں خواجہ حسن بصریؒ سے بھی ایک روایت ہے' بعض کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہؓ والی حدیث حضرت عائشہؓ والی حدیث سے منسوخ ہے لیکن حقیقت میں تاریخ کا پتہ نہیں جس سے نسخ ثابت ہو سکے۔

ابن حزمؒ فرماتے ہیں' اس کی ناسخ یہ آیت قرآنی ہے لیکن یہ بھی دور کی بات ہے اس لئے کہ اس آیت کا بعد میں ہونا تاریخ سے ثابت نہیں بلکہ اس حیثیت سے تو بظاہر یہ حدیث اس آیت کے بعد کی ہے' بعض لوگ کہتے ہیں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں لا کمال نفی کا ہے یعنی اس شخص کا روزہ کامل نہیں کیونکہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور حضرت ام سلمہؓ والی حدیث سے جواز صاف طور سے ثابت ہو رہا ہے۔ یہی مسلک ٹھیک بھی ہے۔ اور دوسرے تمام اقوال سے یہ قول عمدہ ہے اور یوں کہنے سے دونوں روایتوں میں تطبیق کی صورت بھی نکل آتی ہے۔ واللہ اعلم۔ پھر فرماتا ہے کہ روزے کو رات تک پورا کرو۔ اس سے ثابت ہوا کہ سورج کے ڈوبتے ہی روزہ افطار کر لینا چاہئے' بخاری و مسلم میں امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب ادھر سے

رات آ جائے اور ادھر سے دن چلا جائے تو روزے دار افطار کر لے' بخاری و مسلم میں حضرت سہل بن سعد ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تک لوگ افطار کرنے میں جلدی کریں گے' خیر سے رہیں گے' مسند احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضورؐ نے فرمایا' اللہ عزوجل کا ارشاد ہے کہ مجھے سب سے زیادہ پیارے وہ بندے ہیں جو روزہ افطار کرنے میں جلدی کرنے والے ہیں' امام ترمذی رحمتہ اللہ علیہ اس حدیث کو حسن غریب کہتے ہیں۔

مسند کی ایک اور حدیث میں ہے کہ بشیر بن خصاصیہ کی بیوی صاحبہ حضرت لیلیٰ فرماتی ہیں کہ میں نے دو روزوں کو بغیر افطار کئے ملانا چاہا تو میرے خاوند نے مجھے منع کیا اور کہا رسول اللہ ﷺ نے اس سے منع کیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ کام نصرانیوں کا ہے۔ تم تو روزے اس طرح رکھو جس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ رات کو روزہ افطار کر لیا کرو۔ اور بھی بہت سی حدیثوں میں روزے سے روزے کو ملانے کی ممانعت آئی ہے۔ مسند احمدؒ کی ایک حدیث میں ہے کہ حضورؐ نے فرمایا روزے سے روزہ نہ ملاؤ تو لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ خود آپ تو ملاتے ہیں آپ نے فرمایا میں تم جیسا نہیں ہوں۔ میں رات گذارتا ہوں۔ میرا رب مجھے کھلا پلا دیتا ہے لیکن لوگ پھر بھی اس سے باز نہ رہے تو آپؐ نے دو دن دو راتوں کا برابر روزہ رکھا۔ پھر چاند دکھائی دیا تو آپؐ نے فرمایا اگر چاند نہ چڑھتا تو میں تو یونہی روزوں کو ملائے جاتا گویا آپ اپنی عاجزی ظاہر کرنا چاہتے تھے۔

صحیحین میں بھی یہ حدیث ہے اور اسی طرح روزے کو بے افطار کئے اور رات کو کچھ کھائے بغیر دوسرے روزے سے ملا لینے کی ممانعت میں بخاری و مسلم میں حضرت انسؓ' حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے بھی مرفوع حدیثیں مروی ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ امت کو تو منع کیا گیا ہے لیکن آپؐ کی ذات اس سے مستثنیٰ تھی۔ آپ کو اس کی طاقت تھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی مدد کی جاتی تھی۔ یہ بھی خیال رہے کہ مجھے میرا رب کھلا پلا دیتا ہے' اس سے مراد حقیقتاً کھانا پینا نہیں کیونکہ پھر تو روزے سے روزے کا وصال نہ ہوا بلکہ یہ صرف روحانی طور پر مدد ہے جیسے کہ ایک عربی شاعر کا شعر ہے۔

لها احاديث من ذكراك تشغلها عن الشراب وتلهيها عن الزاد

یعنی اسے تیرے ذکر اور تیری باتوں میں وہ دلچسپی ہے کہ کھانے پینے سے یک قلم بے پرواہ ہو جاتی ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص دوسری سحری تک رک رہنا چاہے تو یہ جائز ہے۔ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ والی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا روزے کو روزے سے مت ملاؤ۔ جو ملنا ہی چاہے تو سحری تک ملا لے۔ لوگوں نے کہا۔ آپ تو ملا دیتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میں تم جیسا نہیں مجھے تو رات ہی کو کھلانے والا کھلا دیتا ہے اور پلانے والا پلا دیتا ہے (بخاری و مسلم) ایک اور روایت میں ہے کہ ایک صحابیہؓ عورت نبی ﷺ کے پاس آئیں۔ آپ سحری کھا رہے تھے۔ فرمایا آؤ تم بھی کھا لو۔ اس نے کہا میں تو روزے سے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم روزہ کس طرح رکھتی ہو اس نے بیان کیا۔ آپؐ نے فرمایا۔ آل محمد ﷺ کی طرح سحری کے وقت سے دوسری سحری کے وقت تک کا ملا ہوا روزہ کیوں نہیں رکھتیں؟ (ابن جریر) مسند احمد کی حدیث میں ہے کہ نبی ﷺ ایک سحری سے دوسری سحری تک کا روزہ رکھتے تھے۔ ابن جریر میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سلف صالحین سے مروی ہے کہ وہ کئی کئی دن تک پے در پے بغیر کچھ کھائے روزہ رکھتے تھے' بعض لوگ کہتے ہیں کہ یہ عبادت کے طور پر نہ تھا بلکہ نفس کو مارنے کے لئے ریاضت کے طور پر تھا۔ واللہ اعلم۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ انہوں نے سمجھا ہو کہ حضورؐ کا اس سے روکنا صرف شفقت اور مہربانی کے طور پر تھا نہ کہ ناجائز بتلانے کے طور پر جیسے کہ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں' آپؐ نے لوگوں پر رحم کھا کر اس سے منع فرمایا تھا۔ پس ابن زبیرؓ اور ان کے صاحبزادے عامر اور ان کی راہ چلنے والے اپنے نفس میں قوت پاتے تھے' اور روزے پر روزہ رکھے جاتے تھے یہ بھی مروی

ہے کہ جب وہ افطار کرتے تو پہلے گھی اور کڑوا گوند کھاتے تا کہ پہلے غذا پہنچنے سے آنتیں جل نہ جائیں' مروی ہے کہ حضرت ابن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سات سات دن تک برابر روزے سے رہتے۔ اس اثناء میں دن کو یا رات کو کچھ نہ کھاتے اور پھر ساتویں دن خوب تندرست' چست و چالاک اور سب سے زیادہ قوی پائے جاتے' ابوالعالیہؒ فرماتے ہیں' اللہ تعالیٰ نے دن کا روزہ فرض کر دیا' رہی رات تو جو چاہے کھائیے نہ چاہے نہ کھائے۔ پھر فرمان ہوتا ہے کہ اعتکاف کی حالت میں عورتوں سے مباشرت نہ کرو۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے جو شخص مسجد میں اعتکاف میں بیٹھا ہو' خواہ رمضان میں خواہ اور مہینوں میں' اس پر دن کے وقت یا رات کے وقت اپنی بیوی سے جماع کرنا حرام ہے۔ جب تک اعتکاف پورا نہ ہو جائے' حضرت ضحاکؒ فرماتے ہیں' پہلے لوگ اعتکاف کی حالت میں بھی جماع کر لیا کرتے تھے جس پر یہ آیت اتری اور مسجد میں اعتکاف کئے ہوئے پر جماع حرام کیا گیا۔ مجاہدؒ اور قتادہؒ بھی یہی کہتے ہیں۔

پس علمائے کرام کا متفقہ فتویٰ ہے کہ اعتکاف والا اگر کسی ضروری حاجت کے لئے گھر میں جائے مثلاً پیشاب پاخانہ کے لئے یا کھانا کھانے کے لئے تو اس کام سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں چلا آئے۔ وہاں ٹھہرنا جائز نہیں نہ اپنی بیوی سے بوس و کنار وغیرہ جائز ہے نہ کسی اور کام میں سوائے اعتکاف کے مشغول ہونا اس کے لئے جائز ہے بلکہ بیمار کی بیمار پرسی کے لئے بھی جانا جائز نہیں۔ ہاں یہ اور بات ہے کہ چلتے چلتے پوچھ لے' اعتکاف کے اور بھی بہت سے احکام ہیں۔ بعض میں اختلاف بھی ہے جن سب کو ہم نے اپنی مستقل کتاب کتاب الصیام کے آخر میں بیان کئے ہیں وللہ الحمد والمنۃ چونکہ قرآن پاک میں روزوں کے بیان کے بعد اعتکاف کا ذکر ہے' اسی لئے اکثر مصنفین نے بھی اپنی اپنی کتابوں میں روزے کے بعد ہی اعتکاف کے احکام بیان کئے ہیں۔ اس میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اعتکاف روزے کی حالت میں کرنا چاہئے یا رمضان کے آخر میں' آنحضرت ﷺ بھی رمضان شریف کے آخری دنوں میں اعتکاف کیا کرتے تھے یہاں تک کہ آپ کو وفات آئی۔ آپ کے بعد امہات المومنینؓ آپ کی بیویاں اعتکاف کیا کرتی تھیں (بخاری و مسلم) بخاری و مسلم میں ہے کہ حضرت صفیہ بنت حیی نبی ﷺ کی خدمت میں آپ کی اعتکاف کی حالت میں حاضر ہوتی تھیں اور کوئی ضروری بات پوچھنی ہوتی تو وہ دریافت کر کے چلی جاتیں۔ ایک مرتبہ رات کو جب جانے لگیں تو چونکہ مکان مسجد نبوی سے فاصلہ پر تھا' اس لئے حضورؐ ساتھ ہو لئے کہ پہنچا آئیں راستہ میں دو انصاری صحابی مل گئے اور آپ کے ساتھ آپ کی بیوی صاحبہ کو دیکھ کر شرم کے مارے جلدی جلدی قدم بڑھا کر جانے لگے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ٹھہر جاؤ۔ سنو۔ یہ میری بیوی صفیہ ہیں۔ وہ کہنے لگے سبحان اللہ (کیا ہمیں کوئی اور خیال بھی ہو سکتا ہے؟) آپؐ نے فرمایا۔ شیطان انسان کی رگ رگ میں خون کی طرح پھرتا رہتا ہے۔ مجھے خیال ہوا کہ کہیں تمہارے دل میں کوئی بدگمانی نہ پیدا کر دے۔

حضرت امام شافعی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ اپنے اس واقعہ سے اپنی امت کو گویا سبق سکھا رہے ہیں کہ وہ تہمت کی جگہوں سے بچتے رہیں ورنہ ناممکن ہے کہ وہ پاکباز صحابہؓ حضورؐ کی نسبت کوئی برا خیال بھی دل میں لائیں اور یہ بھی ناممکن ہے کہ آپؐ ان کی نسبت یہ خیال فرمائیں۔ واللہ اعلم۔ آیت میں مراد مباشرت سے جماع اور اس کے اسباب ہیں جیسے بوس و کنار وغیرہ ورنہ کسی چیز کا لینا دینا وغیرہ یہ سب باتیں جائز ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں' کہ رسول اللہ ﷺ اعتکاف کی حالت میں سر مبارک میری طرف جھکا دیا کرتے تھے۔ میں آپؐ کے سر میں کنگھی کر دیا کرتی تھی حالانکہ میں حیض سے ہوتی تھی۔ آپؐ اعتکاف کے دنوں میں ضروری حاجت کے رفع کے سوا اور وقت گھر میں تشریف نہیں لاتے تھے حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں اعتکاف کی حالت میں تو چلتے چلتے ہی گھر کے بیمار کی بیمار پرسی کر لیا کرتی ہوں۔ پھر فرماتا ہے کہ یہ ہماری بیان کردہ باتیں اور فرض کئے ہوئے احکام اور مقرر کی ہوئی حدیں ہیں۔ روزے اور روزوں کے احکام اور اس کے مسائل اور اس میں جو کام جائز ہیں یا جو ناجائز ہیں غرض وہ سب ہماری حد بندیاں ہیں۔ خبردار ان کے قریب بھی نہ آنا' نہ ان سے

تجاوز کرنا' نہ ان کے آگے بڑھنا بعض کہتے ہیں یہ حد اعتکاف کی حالت میں مباشرت سے الگ رہنا ہے۔ بعض کہتے ہیں ان آیتوں کے چاروں حکم مراد ہیں۔ پھر فرمایا جس طرح روزے اور اس کے احکام اور اس کے مسائل اور اس کی تفصیل ہم نے بیان کر دی' اسی طرح اور احکام بھی ہم اپنے بندے اور رسول کی معرفت سب کے سب تمام جہان کے لئے بیان کیا کرتے ہیں تاکہ وہ یہ معلوم کر سکیں کہ ہدایت کیا ہے اور اطاعت کسے کہتے ہیں؟ اور اس بنا پر وہ متقی بن جائیں جیسے اور جگہ ہے هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰی عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ وہ خدا جو اپنے بندے پر روشن آیتیں نازل فرماتا ہے تاکہ تمہیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ اللہ تعالیٰ تم پر رافت و رحمت کرنے والا ہے۔

وَ لَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَ تُدْلُوْا بِهَاۤ اِلَی الْحُكَّامِ
لِتَاْكُلُوْا فَرِیْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ ع ۲۳/۷

ایک دوسروں کا مال ناحق نہ کھایا کرو نہ حاکموں کو رشوت پہنچا کر کسی کا کچھ مال ظلم و ستم سے اپنا کر لیا کرو حالانکہ تم جانتے ہو ○

منصف' انصاف اور مدعی: ☆☆ (آیت:۱۸۸) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں' یہ آیت اس شخص کے بارے میں ہے جس پر کسی اور کا مال چاہئے اور اس حقدار کے پاس کوئی دلیل نہ ہو تو یہ شخص اس کا انکار کر جائے اور حاکم کے پاس جا کر بری ہو جائے حالانکہ وہ جانتا ہو کہ اس پر اس کا حق ہے اور وہ اس کا مال مار رہا ہے اور حرام کھا رہا ہے اور اپنے تئیں گنہگاروں میں کر رہا ہے' حضرت مجاہد' سعید بن جبیر' عکرمہ' مجاہد' حسن' قتادہ' سدی' مقاتل بن حیان' عبدالرحمن بن زید اسلم رحمہم اللہ بھی یہی فرماتے ہیں کہ باوجود اس علم کے کہ تو ظالم ہے جھگڑا نہ کر' صحیحین میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' میں انسان ہوں۔ میرے پاس لوگ جھگڑا لے کر آتے ہیں۔ شاید ایک دوسرے سے زیادہ حجت باز ہو۔ میں اس کی چکنی چپڑی تقریر سن کر اس کے حق میں فیصلہ کر دوں (حالانکہ درحقیقت میرا فیصلہ واقعہ کے خلاف ہو) تو سمجھ لو کہ جس کے حق میں اس طرح کے فیصلہ سے کسی مسلمان کے حق کو میں دلوا دوں' وہ آگ کا ایک ٹکڑا ہے خواہ اٹھا لے خواہ نہ اٹھائے۔ میں کہتا ہوں یہ آیت اور حدیث اس امر پر دلیل ہے کہ حاکم کا حکم کسی معاملہ کی حقیقت کو شریعت کے نزدیک بدلتا نہیں' فی الواقع بھی نفس الامر کے مطابق ہو تو خیر ورنہ حاکم کو تو اجر ملے گا لیکن اس فیصلہ کی بنا پر ناحق کو حق بنا لینے والا اللہ کا مجرم ٹھہرے گا اور اس پر وبال باقی رہے گا جس پر آیت مندرجہ بالا گواہ ہے کہ تم اپنے دعوے کو باطل ہونے کا علم رکھتے ہوئے لوگوں کے مال مار کھانے کے لئے جھوٹے مقدمات بنا کر جھوٹے گواہ گذار کر ناجائز طریقوں سے حکام کو غلطی کھلا کر اپنے دعوؤں کو ثابت نہ کیا کرو' حضرت قتادہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں' لوگو سمجھ لو کہ قاضی کا فیصلہ تیرے لئے حرام کو حلال نہیں کر سکتا اور نہ باطل کو حق کر سکتا ہے۔ قاضی تو اپنی عقل سمجھ سے گواہوں کی گواہی کے مطابق ظاہری حالات کو دیکھتے ہوئے فیصلہ صادر کر دیتا ہے اور وہ بھی آخر انسان ہی ہے۔ ممکن ہے خطا کرے اور ممکن ہے خطا سے بچ جائے تو جان لو کہ اگر فیصلہ قاضی کا واقعہ کے خلاف ہو تو تم صرف قاضی کا فیصلہ سمجھ کر اسے جائز مال نہ سمجھ لو۔ یہ جھگڑا باقی ہی ہے یہاں تک کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کرے اور باطل والوں پر حق والوں کو غلبہ دے کر ان کا حق ان سے دلوائے اور دنیا میں جو فیصلہ ہوا تھا' اس کے خلاف فیصلہ صادر فرما کر اس کی نیکیوں میں اسے بدلہ دلوائے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ؕ قُلْ هِىَ مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ؕ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

لوگ تم سے چاند کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ تم کہو کہ یہ لوگوں کے وعدے کے وقتوں اور حج کے موسم کے لئے ہے (احرام کی حالت میں) گھروں کے پیچھے سے تمہارا آنا کچھ نیکی نہیں بلکہ نیکی والا وہ ہے جو متقی ہو۔ گھروں میں تو دروازوں میں سے آیا کرو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ ○

چاند اور مہ و سال: ☆☆ (آیت:۱۸۹) حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ سے لوگوں نے چاند کے بارے میں سوال کیا جس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ اس سے قرض وغیرہ کے وعدوں کی معیاد معلوم ہو جاتی ہے' عورتوں کی عدت کا وقت معلوم ہوتا ہے' حج کا وقت معلوم ہوتا ہے' مسلمانوں کے روزے کے افطار کا تعلق بھی اسی سے ہے۔ مسند عبدالرزاق میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' اللہ تعالیٰ نے چاند کو لوگوں کے وقت معلوم کرنے کے لئے بنایا ہے' اسے دیکھ کر روزے رکھو' اسے دیکھ کر عید مناؤ' اگر ابر و باراں کی وجہ سے چاند نہ دیکھ سکو تو تیس دن پورے گن لیا کرو' اس روایت کو حضرت امام حاکمؒ نے صحیح کہا ہے۔ یہ حدیث اور سندوں میں بھی مروی ہے۔ حضرت علیؓ سے ایک موقوف روایت میں بھی یہ مضمون وارد ہوا ہے۔ آگے چل کر ارشاد ہوتا ہے کہ بھلائی گھروں کے پیچھے سے آنے میں نہیں بلکہ بھلائی تقویٰ میں ہے۔ گھروں میں دروازوں سے آؤ' صحیح بخاری شریف میں ہے کہ جاہلیت کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ احرام میں ہوتے تو گھروں میں پشت کی جانب سے آتے جس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ ابوداؤد طیالسی میں بھی یہ روایت ہے۔ انصار کا عام دستور تھا کہ سفر سے جب واپس آتے تو گھر کے دروازے میں نہیں گھستے تھے۔ دراصل یہ بھی جاہلیت کے زمانہ میں قریشیوں نے اپنے لئے ایک اور امتیاز قائم کر لیا تھا کہ اپنا نام انہوں نے حمس رکھا تھا۔ احرام کی حالت میں یہ تو براہ راست اپنے گھروں میں آ سکتے تھے لیکن باقی کے لوگ سیدھے راستے گھروں میں داخل نہیں ہو سکتے تھے۔ آنحضرت ﷺ ایک باغ سے اس کے دروازے سے نکلے۔ آپ کے ایک انصار صحابی حضرت قطبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی آپ کے ساتھ ہی اسی دروازے سے نکلے۔ اس پر لوگوں نے حضرت سے کہا یا رسول اللہ ؐ یہ تو ایک تجارت پیشہ شخص ہیں۔ یہ آپ کے ساتھ آپ کی طرح دروازے سے کیوں نکلے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے تو حضور ؐ کو جس طرح کرتے دیکھا' کیا' مانا کہ آپ حمس میں سے ہیں لیکن میں بھی تو آپ کے دین پر ہی ہوں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی (ابن ابی حاتم) حضرت ابن عباسؓ وغیرہ سے بھی یہ روایت مروی ہے۔ حضرت حسن بصری رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جاہلیت کے زمانے میں بہت سی قوموں کا یہ رواج تھا کہ جب وہ سفر کے ارادے سے نکلتے' پھر سفر ادھورا چھوڑ کر اگر کسی وجہ سے واپس چلے آتے تو گھر کے دروازے سے گھر میں نہ آتے بلکہ پیچھے کی طرف سے چڑھ کر آتے جس سے اس آیت میں روکا گیا۔ محمد بن کعبؒ فرماتے ہیں' اعتکاف کی حالت میں بھی یہی دستور تھا جسے اسلام نے ختم کیا' عطاؒ فرماتے ہیں اہل مدینہ کا عیدوں میں بھی یہی دستور تھا جسے اسلام نے ختم کر دیا۔ پھر فرمایا اللہ تعالیٰ کے حکموں کو بجا لانا' اس کے منع کئے ہوئے کاموں سے رک جانا' اس کا ڈر دل میں رکھنا یہ چیزیں ہیں جو دراصل اس دن کام آنے والی ہیں جس دن ہر شخص اللہ کے سامنے پیش ہوگا اور پوری پوری جزا سزا پائے گا۔

وَقَاتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۹۰﴾ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ